Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?

Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.

For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.co

بغاوت کی چنگاری

سلمیٰ غزل

جولائی کی گرم سہ پہر اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے سامنے پسینے میں شرابور دیگچی میں چمچہ چلا رہی تھی۔ گرمی کی حرارت دماغ تک جا پہنچی تھی اور اس پر بچوں کا شور دماغ پر جیسے ہتھوڑے برسا رہا تھا۔

''ہماری بھی کوئی زندگی ہے ہر وقت کی غلامی ......صبح فجر سے لے کر رات گئے تک کام ہی کام گویا عورت نہ ہوئی کولھو کا بیل ہوگئی۔'' ایسی ہی کئی سوچیں اس کے دماغ پر حاوی تھیں۔ وہ چولھا بند کر کے کمرے

www.urdupalace.co

میں آ کر پسینہ سکھانے لگی۔ پنکھے کی ہوا نے ذہن کو سکون بخشا تو کارنس پر دھری اپنی اور انشال کی مسکراتی ہوئی تصویر نے پل بھر میں اس کا غصہ زائل کر دیا۔

''کتنے اچھے ہیں انشال، یہ سب فضا باجی کی فضول باتوں کا اثر ہے ورنہ انشال تو ہرگز بھی ایسے نہیں ہیں، صبح سے شام تک کولھو کا بیل بنے رہتے ہیں مگر مجال ہے جو ماتھے پر شکن ہو۔ کالج سے نکل کر کوچنگ سینٹر چلے جاتے ہیں پھر ٹیوشن پڑھا کر رات گئے جب گھر لوٹتے ہیں تو خوش باش ہنستے مسکراتے...... اور بغیر آرام کیے اپنے بچوں کو بھی پڑھائی میں مدد دینے بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر ماہ پوری تنخواہ میرے ہاتھ پر رکھ دیتے ہیں۔ یعنی سیاہ و سفید کی مالک میں خود اور اپنی ضرورت کے لیے مجھ ہی سے پیسے مانگتے ہیں......'' ذہن کو ٹھنڈک اور تازگی ملی تو اپنے منفی خیالات پر اسے شرمندگی ہونے لگی وہ بچوں کی آوازیں سن کر باہر آئی تو اُن کی شرارتوں اور معصوم مسکراہٹوں نے دل کا سارا غبار دور کر دیا۔ کچھ دیر ستانے کے بعد جب وہ دوبارہ کچن میں گئی تو دروازے کی گھنٹی بجنے لگی۔

''بیٹا آذر دروازہ کھولو تمہارے ابو ہوں گے۔'' ہمیشہ وہ خود گیٹ کھول کر والہانہ انداز میں انشال کا استقبال کرتی تھی لیکن آج اس کے کانوں میں فضا باجی کی آواز گونج رہی تھی۔

'' عورت خود بڑھ کر مرد کا استقبال کرتی ہے یہ ذہنی پستی اور غلامی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔''

''بیٹا! تمہاری امی کہاں ہیں؟'' انشال نے آتے ہی بے تابی سے پوچھا کیونکہ سوائے بیماری کے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ اس نے خود بڑھ کر دروازہ نہ کھولا ہو۔

''ابو، امی شاید کچن میں ہیں۔'' علیزہ کا دل چاہا کہ لپک کر کچن سے باہر نکل آئے۔

''کیا بات ہے میری جان! آج اب تک کچن میں ہو۔'' انشال نے وہیں اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے پیار سے کہا وہ بے مقصد چیزیں اِدھر سے اُدھر کرنے لگی۔

''آپ کمرے میں چلیں، میں آتی ہوں۔'' پھر وہ بے چین ہو کر اس کے ساتھ ہی کمرے میں آ گئی۔

☆☆☆

کھانا بہت مزیدار تھا مگر بریانی میں مرچیں کافی تیز تھیں خود علیزہ کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ بچوں نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

''امی بریانی میں مرچیں حد سے زیادہ ہیں۔ ہم نہیں کھا پا رہے...... رائتے میں بھی آپ نے زیادہ مرچیں کر دیں۔'' انشال کی بھی سی، سی جاری تھی۔

''آج مرچیں کچھ زیادہ ہی ہو گئی ہیں چلو میری تو خیر ہے مگر بچے نہیں کھا رہے ...تم یوں کرو، علیزہ انہیں آملیٹ، ڈبل روٹی دے دو......'' انشال نے نرمی سے کہا اور علیزہ کے کانوں میں فضا باجی کی آواز گونج اٹھی۔

''کیا عورتیں صرف تنقید سننے کو رہ گئی ہیں۔'' اسے غصہ آ گیا۔ ''سارا دن کام میں لگی رہتی ہوں اور بچوں کے مزاج ہی نہیں ملتے۔'' پھر اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ چیخ کر بولی۔

''لونڈی ہوں ناں اس گھر کی...... باپ، بیٹے نقص نکالنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ دو لفظ تعریف کے تو کبھی منہ سے نکلتے نہیں۔'' اس کے منہ میں جو آیا وہ نظریں ملائے بغیر بولتی چلی گئی یہ دیکھے بغیر کہ اس کے تیز و تند جملوں کا بچوں پر کیا اثر ہو رہا ہے اور وہ کس قدر عجیب و غریب نظروں سے ماں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ انشال کی بے چین نظریں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

''یہ میری علیزہ تو نہیں، صبر و تحمل اور برداشت والی۔'' خود انشال کو بھی اونچی آواز میں بولنا اور چھوٹی، چھوٹی باتوں پر بھڑکنا اور بدمزگی پھیلانا پسند نہیں تھا۔ علیزہ کی اس خوبی کا تو وہ بھی معترف تھا کہ عام عورتوں کی طرح گھر میں گھستے ہی اس کے سامنے مہنگائی کا رونا، کام کی زیادتی اور بچوں کی شکایتوں کا دفتر نہیں کھولتی تھی بلکہ وہ ہمیشہ انشال کا حوصلہ بڑھاتی اور قدم،

www.urdupalace.co

قدم پر اس کا ساتھ دے کر اپنی محبت کا یقین دلاتی تھی حالانکہ شادی کے ابتدائی دن کچھ زیادہ پُرآسائش نہیں تھے۔ انشال کی والدہ حیات تھیں اور والد گزر چکے تھے۔ دو بہنیں ملک سے باہر بیاہی تھیں لیکن مسقط اور دبئی اتنا بھی دور نہ تھا کہ سال میں ایک مرتبہ پاکستان نہیں آئیں اور علیزہ بہت اچھی مہمان نواز تھی۔ انشال کی تنخواہ محدود تھی۔ ایک سترہ گریڈ کے لیکچرار کو تنخواہ ملتی ہی کتنی ہے پھر اماں نے اس کی نوکری ہوتے ہی شادی کا غلغلہ مچا دیا تھا۔ علیزہ ان کی پسند تھی، پڑھی لکھی، سلیقہ شعار، سگھڑ اور محنتی۔ مگر آج علیزہ کو جانے کیا ہوگیا تھا۔ انشال نے خاموشی کو زباں نہ دی اس پر علیزہ اور بھی چڑ گئی۔

"ہاں، ہاں میں تو پاگل ہوں جو بلاوجہ ہی چیخے چلی جارہی ہوں۔ بچوں اور ان کے ابا کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو...... برستی گرمی اور تپتی دوپہر میں ایک دن بھی کھانا پکالیں تو ہوش ٹھکانے آجائیں، ایک میں ہوں کہ سارا دن 'پھرکی' کی طرح گھر میں ناچتی رہتی ہوں۔ اس پر نہ کسی کو احساس ہے نہ میری قدر بس سب سے تنقید کروالو......" اس کی آواز بھرّا گئی تھی وہ ابھی کچھ اور بھی کہنا چاہ رہی تھی کہ دو نرم گرم بانہوں نے اسے اپنے حصار میں لے لیا وہ گھبرا گئی، بچے جانے کب اس کے غصے سے ڈر کر بھوکے ہی میز سے اٹھ گئے تھے۔

"علیزہ میری جان مجھے دکھ ہے کہ تمہیں ہمارے لیے اتنی مشقت اٹھانی پڑتی ہے کوشش تو بہت کرتا ہوں آمدنی میں اضافے کی مگر وقت کی کمی ہے......" انشال کی نرم اور پُرخلوص آواز نے اسے ندامت کے پاتال میں دھکیل دیا۔

"علیزہ مجھے بے حد تکلیف ہوتی ہے جب تمہیں اتنی محنت کرتے دیکھتا ہوں اور وہ بھی ہمارے لیے...... گھر سنبھالنا، کھانا پکانا اور بچے پالنا صرف عورت ہی کی تو ذمے داری نہیں یقیناً مجھے بھی تمہارا ان کاموں میں کچھ نہ کچھ ہاتھ بٹانا چاہیے مگر کیا کروں، وقت ہی نہیں ملتا...... میں نے تمہیں بارہا کہا ہے فل ٹائم نوکر رکھ لو میں کسی نہ کسی طرح مینج کرلوں گا مگر تم پر تو بچت کا بھوت سوار رہتا ہے اپنا گھر بنانے کے لیے...... گھر بھی انشاءاللہ .... بن جائے گا مگر تم حوصلہ اور ہمت نہ ہارو ورنہ میں تھک جاؤں گا تم سے تو مجھے توانائی ملتی ہے تمہارے بغیر تو میں کچھ بھی نہیں......" علیزہ کو لگا جیسے اس نے تھکے ہارے انشال سے کھانے کے دو لقمے بھی چھین لیے ہوں، کم ظرفی کی انتہا تھی کھانا بھی کسی نے سکون سے نہیں کھایا اور یہ صرف اس کے غصے کی وجہ سے ہوا۔ وہ شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئی انشال کے الفاظ میں جادو تھا جس نے اسے شرمندگی سے دوچار کردیا اور وہ انشال کے سینے میں منہ چھپا کر ندامت کے آنسو بہانے لگی۔ الفاظ ساتھ چھوڑ چکے تھے لفظ گونگے ہوگئے تھے۔ صرف دھڑکنوں کی تال پر دونوں کے دل دھڑک رہے تھے۔

☆☆☆

وہ سالن بھون رہی تھی جب چھوٹی بہن رمشا جو اسی بلڈنگ کے سیکنڈ فلور پر رہتی تھی اس کے پاس آگئی۔

"باجی، فضا باجی کے یہاں نہیں چلوگی، آج اُن کے گھر میٹنگ ہے۔"

"نہیں رمشا اس وقت نہیں، یہ میرے کام کا وقت ہے، بچے اسکول سے آئیں گے اور تمہارے بہنوئی بھی دوپہر کو کھانا کھانے... گھر ہی آتے ہیں اور پھر رات تک مصروف رہتے ہیں۔" علیزہ کے لہجے میں انشال کے لیے پیار چھلک رہا تھا۔

"حد ہے باجی تم تو بالکل گھر کی "گھونس" بن کر رہ گئی ہو میں نے تو صاف تمہارے بہنوئی سے کہہ دیا ہے کہ آفس سے آتے ہوئے کھانا لیتے آئیں خود بھی کھائیں اور بچوں کو بھی کھلا دیں۔ صاف کردی میں نے تو اپنے میاں کی طبیعت آگے سے کچھ بولنے ہی نہیں دیا۔ ...آخر اپنی زندگی پر میرا بھی کچھ حق ہے۔" رمشا کی زبان کے آگے تو خندق تھی، اس نے علیزہ کو کچھ بولنے ہی نہیں دیا اور گھسیٹتی ہوئی گراؤنڈ فلور کے فلیٹ پر لے آئی جہاں سے فضا کی آواز گھر سے باہر تک آرہی تھی۔

www.urdupalace.co

"ہماری آزادی میں سب سے بڑی رکاوٹ بچے ہیں، مرد ہمیں بچوں کی نادیدہ زنجیروں میں جکڑ کر غلامی کا طوق پہنا دیتے ہیں۔ بچوں کی پیدائش ان کی دیکھ بھال اور ان کی تعلیم وتربیت ہمارے لیے مصیبت بن جاتی ہے، جوانی کب آئی کب رخصت ہوگئی پتا ہی نہیں چلتا اور ہم مرد کی غلامی میں خوش رہتے ہیں۔ بچوں کو دودھ پلانا...... جونکوں کو خون چوسانے کے مترادف ہے ہماری رعنائی اور دلبرائی سب ان کی نذر ہوجاتی ہے پھر یہی میلے کچیلے ہاتھ اور اجڑے چہرے والی بیویاں انہیں زہر لگنے لگتی ہیں اور وہ پھر حسین، خوب صورت اور دلفریب چہروں کی تلاش میں دریافت کے پرندے کی طرح ڈال، ڈال... پات، پات بھٹکنا شروع کردیتے ہیں، ان سے کوئی پوچھے کہ آخر عورت کو اس مقام پر کس نے پہنچایا اور کیوں؟ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اس کو ہم اپنی مرضی سے اپنی خوشی کے مطابق کیوں نہیں گزاریں۔" وہ تو جیسے تقریر یاد کیے ہوئے تھیں۔ "ہم عورتوں کا المیہ یہی ہے کہ ہمیں صرف اپنے فرائض یاد رہتے ہیں حقوق کا پتا ہی نہیں اور میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنا مقام پہچانیں اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کریں اور بچوں جیسی مصیبت سے دور رہیں جن کی موجودگی آپ کی جوانی کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔" فضا باجی کی آواز میں تلخی تھی نفرت اور حقارت تھی۔

"بچے اور مصیبت! توبہ، توبہ فضا باجی کو کیا ہوگیا ہے، بچوں سے تو زندگی کا احساس اور زندہ رہنے کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔ میرے دونوں بیٹے میرے پاس نہ ہوں تو زندگی کھنڈر کی طرح لگے ویران اور اداس...... ان کی معصوم پیاری پیاری باتیں تو جینے کا آسرا ہوتی ہیں اور پھر بزرگ کہتے ہیں کہ بچے تو میاں، بیوی کے رشتے کو اور مضبوط کرتے ہیں۔ پل بن جاتے ہیں۔ دونوں کے درمیان بھلا بچوں کے بغیر زندگی بھی کوئی زندگی ہے ادھوری اور نامکمل......!" یہ علیزہ کے اندر کی آواز تھی جس پر فضا کی تقریر بھاری پڑ رہی تھی مگر علیزہ بے چین تھی اپنے بچوں اور شوہر کے لیے جو گھر پر اس کا انتظار کررہے ہوں گے تب ہی رمشا نے اس کا کاندھا ہلایا۔

"چلو باجی، گھر چلیں دیکھا تم نے فضا باجی نے کتنی اچھی تقریر کی...... میں تو متاثر ہوگئی ہوں ان کے فرمودات سے کس قدر عورتوں کی ہمدرد اور ان کے ساتھ مخلص ہیں۔" علیزہ گم صم کھوئی، کھوئی حالت میں گھر پہنچی تو انشال اور بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے وہ شرمندہ، شرمندہ فوراً کچن میں گھس گئی۔

☆☆☆

شام کو نہا دھو کر اس نے چکن کا نیا جوڑا پہنا۔ آج چھٹی کا دن تھا اور انشال بچوں کو نزدیکی پارک لے گئے تھے وہ گیلے بال سلجھا رہی تھی کہ بچے ہنستے مسکراتے آگئے۔

"علیزہ ذرا آذر کو نہلا دو مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگیا ہے......" علیزہ کو غصہ آگیا اس نے کس کے ایک تھپڑ اس کے گال پر جڑ دیا۔

"کیا کرتی ہو بلاوجہ اسے مارا۔ لاؤ مجھے دو، میں نہلا دیتا ہوں۔" انشال کے لہجے میں ملامت تھی۔

"بس رہنے دیں۔" وہ غصے میں آذر کو کھینچتی ہوئی باتھ روم لے آئی جو اس کے غصے سے سہم گیا تھا کپڑے بدلوا کر جب وہ اس کے کنگھا کررہی تھی تو وہ اس سے لپٹ گیا۔

"سوری امی، اب میں کبھی مٹی میں نہیں کھیلوں گا۔" علیزہ تڑپ اٹھی اس کے دل پر گھونسا سا لگا اور وہ بے اختیار اس کو گلے لگا کر چومنے لگی اور خود پر ڈھیروں لعنت بھیجی۔

فضا انصاری کو گراؤنڈ فلور پر آئے صرف دو ماہ ہوئے تھے مگر اس قلیل مدت میں وہ ہر دلعزیز ہوگئی تھی، وہ عورتوں کے حقوق کی آواز بلند کرنے میں پیش، پیش تھی اور انہیں اپنے حقوق سے آگاہ کرنا اس کا مشن تھا۔ اس کے ساتھ دو تین ادھیڑ عمر کی عورتیں اور بھی تھیں جو خود کو سوشل ورکر کہتی تھیں۔ ہر وقت بنی سنوری ٹپ ٹاپ.... انگریزی ان کی لونڈی اور فیشن ان کا غلام تھا۔

www.urdupalace.co

سارے مرد اُن سے متاثر تھے۔ یہ متوسط طبقے کا علاقہ تھا زیادہ تر آبادی اپارٹمنٹ پر مشتمل تھی۔ اس لیے ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں ساجھی اور شریک تھے۔ زیادہ تر مرد حضرات اپنے کام پر اور خواتین گھر میں مصروف رہتی تھیں اور انہیں ان خواتین سے خاص ہمدردی تھی جو حقوق کے لفظ سے نا آشنا تھیں اور خود کو گھر اور بچوں تک محدود کر رکھا تھا وہ انہیں بیدار کرنا چاہ رہی تھیں جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو گئی تھیں۔ علیزہ کی چھوٹی بہن رمشا تھرڈ فلو پر رہتی تھی طبعاً علیزہ کی ضد تھی بے حد باتونی، طرح دار اور فیشن کی دلدادہ دو بچوں کی ماں ہونے کے باوجود اس کا بچپنا نہیں گیا تھا اس کا شوہر انشال کا دوست ہونے کے ساتھ، ساتھ اسی کالج میں پڑھاتا تھا۔ بے حد سلجھا ہوا، متین اور سنجیدہ ......علیزہ کی طرح رمشا کو گھرداری یا بچے سنبھالنے سے قطعی دلچسپی نہیں تھی اکثر بھانجا، بھانجی علیزہ کے گھر ہی نظر آتے جن کی علیزہ کے دونوں بیٹوں سے بے حد دوستی تھی۔ جہاں علیزہ کا گھر اس کے سلیقے اور سگھڑاپے کی منہ بولتی تصویر تھا وہیں رمشا کا فلیٹ اس کے پھوہڑپنے ..... بدسلیقگی اور بدانتظامی کا آئینہ دار...... آئے دن ان دونوں میاں، بیوی کے درمیان گھریلو معاملات میں جھگڑے ہوتے ہی رہتے اور علیزہ کے سمجھانے کے باوجود وہ اس کی نصیحتوں کو چٹکیوں میں اڑا دیتی بلکہ اس کے سگھڑاپے اور گھرداری کا مذاق بھی اڑاتی۔ جب تک علیزہ کی ساس زندہ رہیں اس کو خود بھی گھرداری کا اتنا پتا نہیں تھا کیونکہ وہ مزے سے ایک اسکول میں پڑھا رہی تھیں ساس جہاں طبعاً مشفق اور محبت کرنے والی تھیں وہیں علیزہ بھی ساس کی قدردان اور احترام کرنے والی۔ ان کا گھر محبت، پیار اور امن وسکون کا گہوارہ تھا......اس کا میکا حیدرآباد میں تھا مگر وہ کبھی عام لڑکیوں کی طرح بھاگ، بھاگ کر حیدرآباد نہیں گئی...... دونوں بچوں کی پیدائش پر بھی اس کی ساس نے اس کا پوری طرح خیال رکھا اور اسے ماں کی کمی محسوس نہیں ہوئی کہ ماں حیدرآباد سے سفر کرنے سے معذور تھی۔ اس کا بھرا پُرا میکا تھا۔ تین شادی شدہ بھائی تھے مگر اس کے آنے پر بھابیاں خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرتی تھیں کیونکہ وہاں پر بھی وہ نچلی نہیں بیٹھتی تھی بلکہ ان کے ساتھ ہر کام میں لگی رہتی تاکہ کسی کو اس کا آنا بوجھ نہ لگے۔ جبکہ رمشا کو دیکھ کر بھابیوں کی تیوریوں پر بل پڑ جاتے تھے کیونکہ وہ وہاں مہمانوں کی طرح بڑے ٹھسے اور طمطراق سے رہتی تھی اور باوجود علیزہ کے سمجھانے کے ہل کر پانی بھی نہیں پیتی تھی۔

''میں یہاں آرام کرنے آتی ہوں کام کرنے نہیں۔ تمہیں اگر ''بندوڑ'' بننے کا شوق ہے تو بنو مگر مجھے

بدگمانی کا زہر

چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے بڑے رشتوں میں ایسے بدگمانی کے سوراخ کر دیتی ہیں کہ انسان ساری عمر اُن سوراخوں میں وضاحتوں کی اینٹیں لگا کر بھی اپنے خوب صورت رشتے کو نہیں بچا پاتا۔

از: نگہت زیدی، بہارہ کہو

فریدہ افتخار (اسلام آباد)

www.urdupalace.co

معاف رکھو۔'' رمشا کی زبان کے آگے خندق تھی وہ بولتی زیادہ اور سنتی کم تھی جس سے ماں، باپ بھی عاجز تھے۔

آج کل علیزہ خود سے بھی پریشان رہنے لگی تھی پتا نہیں اسے کیا ہوتا جا رہا تھا۔ گھر کے کاموں میں اس کی دلچسپی ختم ہوتی جا رہی تھی اور شوہر سے تو تکرار بھی ہونے لگی تھی۔ ہر کام محبت مانگتا ہے جس کام کو بھی پیار اور محبت سے عبادت سمجھ کر کیا جائے اس کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے اس کے ہاتھ میں لذت تھی۔ جس کے سب دیوانے تھے مگر آج کل بچوں کو یہی شکایت تھی کہ ''امی کھانا مزے کا نہیں بنا رہیں۔''

☆☆☆

آج کل وہ خود احتسابی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ اسے اپنے رویے پر ندامت تو ماحول کی پراگندگی پر شرمندگی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب فضا باجی کی باتوں پر کان دھر کر اپنی پُرسکون زندگی کو آگ نہیں لگائے گی، نہ گھر کی جنت کو دوزخ بننے دے گی۔ اس روز اس نے دل لگا کر کھانا پکایا۔ بچے نیچے کی بلڈنگ کی چار دیواری میں دوستوں کے ساتھ کھیلنے گئے ہوئے تھے وہ ابھی نہانے جانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ بیل کی آواز سے فلیٹ گونج اٹھا۔

''یہ کون بے وقت دوپہر کو آ گیا......'' اس نے دروازہ کھولا تو فضا باجی کھڑی تھیں۔ بنی سنوری...... نوک پلک سے درست وہ بوکھلا گئی گھر تو صاف ستھرا تھا مگر اس کا حال سر جھاڑ منہ پھاڑ...... اس نے فضا کو لا کر ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔

''تمہارا فلیٹ بڑا خوب صورت اور صاف ستھرا ہے۔'' انہوں نے کھلے دل سے تعریف کی اور علیزہ خوش ہو گئی۔

''تم سارا دن کیا کرتی رہتی ہو باہر نکلا کرو ناں......''

''بس باجی وقت نہیں ملتا......''

''حد ہے بھئی!'' ان کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

''میں نے تو سنا تھا تم ایم اے انگلش ہو۔''

''جی۔'' علیزہ کے لہجے میں فخر تھا۔

''تو پھر اپنے آپ کو گھر داری میں کیوں ضائع کر رہی ہو، اپنی صلاحیتوں کو آزماؤ، اپنے ٹیلنٹ سے فائدہ اٹھاؤ، یہ چولہا چکی تمہارا کام نہیں، یہ تو کوئی بھی ان پڑھ کر سکتا ہے۔''

''اصل میں جب تک میری مرحومہ ساس زندہ تھیں۔ میں جاب کرتی رہی کیونکہ ان کی زندگی میں نہ مجھے بچوں کی فکر تھی نہ گھر داری کی، خدا انہیں کروٹ، کروٹ جنت نصیب کرے پورا گھر انہوں نے سنبھال رکھا تھا سچ پوچھیں تو ان کی وفات کے بعد مجھے آٹے دال کا بھاؤ پتا چلا اور مجھے نوکری چھوڑنی پڑی کیونکہ اب بچوں اور گھر کو میری زیادہ ضرورت تھی، بچے بڑے ہو جائیں گے تو پھر سوچوں گی۔''

''ہونہہ......! تم حد درجہ بے وقوف ہو علیزہ!'' وہ بے تکلفی سے منہ بنا کر بولیں۔ ''تم خود اتنی اچھی ہو کہ ساس کے چلتر پن کو پہچان نہیں سکیں انہوں نے ایک طرح سے پورے گھر پر قبضہ کر کے تمہیں دودھ کی مکھی کی طرح باہر نکالا ہوا تھا، اچھا مجھے بتاؤ تمہارے شوہر تنخواہ کسے دیتے تھے؟''

''اماں کو...... آخر وہ پورا گھر چلاتی تھیں البتہ میری تنخواہ میرے پاس ہی رہتی تھی۔'' علیزہ کو فضا کے سوال جواب پر غصہ تو بے حد آ رہا تھا لیکن گھر آئے مہمان کی بے عزتی کرنا روایات کے خلاف ہے، اسی لیے وہ سنتی رہی۔

''بس یہیں سے ان کی چالاکی کا پتا چلتا ہے۔ تم کماتی تھیں اس لیے اپنی تنخواہ پر تمہارا حق تھا لیکن شوہر کی تنخواہ کی بھی تم حقدار تھیں جس پر تمہاری ساس زندگی بھر سانپ بن کر بیٹھی رہیں اور تمہیں الو بنا گئیں۔''

علیزہ کا دل چاہ رہا تھا فضا کو کھری، کھری سنا دے وہ کون ہوتی ہے مرحومہ ساس کی برائیاں کرنے والی۔ اس کو اچھی طرح یاد تھا۔ دونوں بیٹوں کے داخلے کے وقت وہ دونوں میاں بیوی کتنا پریشان تھے، اچھے اسکول میں تعلیم دلانا دونوں کا خواب تھا مگر اسکول کی

www.urdupalace.co

ایڈمیشن فیس ان کی بساط سے باہر تھی تب یہ اماں ہی تھیں جنہوں نے یکمشت پچاس ہزار روپے انہیں دے کر ان کی مشکل آسان کردی تھی۔

''بیٹا...... میں گھر کے خرچے سے ہر ماہ کچھ نہ کچھ بچالیا کرتی تھی تاکہ آڑے وقت میں کام آئے......'' وہ دونوں خوشی سے اماں سے لپٹ گئے تھے۔

علیزہ کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا ایک جارہا تھا فضا نے اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا کر موضوع ہی بدل دیا تھا۔

''علیزہ تمہارے بال کتنے خوب صورت ہیں۔''

علیزہ نے نہانے کے لیے بال کھول رکھے تھے جو آبشار کی طرح پوری کمر پر پھیلے ہوئے تھے یوں تو وہ خود بھی خوش شکل اور اسمارٹ تھی لیکن بال نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت تھے، لمبے گھنے سیاہ چمکیلے اور سلکی...... انشال تو دیوانہ تھا اس کے بالوں کا...... اکثر رات کو شرارت سے اس کی زلفوں میں منہ چھپا کر کہتا۔

''علیزہ جان ان زلفوں کی چھاؤں میں مجھے نیند بڑی اچھی آتی ہے۔ تم انہیں میری امانت سمجھ کر سنبھال کر رکھا کرو......'' اور حقیقتاً علیزہ کو انشال کی ہی وجہ سے اپنے بال...... بے حد عزیز تھے نہ جانے کون، کون سے ٹونے ٹوٹکے استعمال کر کے وہ ان کی حفاظت کرتی تھی۔

''انشال کو میرے بال بے حد پسند ہیں۔'' وہ فخر اور پیار کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولی۔

''لیکن آج کل کس کے پاس وقت ہے ان گھنے جنگلوں کو سنبھالنے کا۔'' فضا منہ بنا کر بولی۔

''آج کل تو لمبے کا بالوں کا فیشن بھی نہیں، تم نے خواہ مخواہ دردِ سر پال رکھا ہے۔ پینڈو رکھتے ہیں لمبے بال، تم تو پڑھی لکھی ہو میری مانو تو کٹوالو...... میرے ساتھ چلو یو شیپ میں کٹوادوں گی آفت لگو گی۔'' علیزہ کی آنکھوں میں حیرت دیکھ کر وہ جلدی سے گویا ہوئیں۔ ''پیسوں کی فکر نہیں کرو بیوٹی پارلر میری دوست کا ہے مفت میں کاٹ دے گی۔''

''مگر میں نے آپ سے بال کٹوانے کو کب کہا؟ اگر مجھے لمبے بال پسند نہ بھی ہوتے تب بھی نہیں کٹواتی کیونکہ یہ میرے شوہر کی پسند ہے اور میں ہمیشہ اپنی پسند پر انشال کی پسند کو ترجیح دیتی ہوں۔ دراصل فضا باجی۔'' اس نے ہمدردی سے کہا۔ ''آپ کی شادی نہیں ہوئی ناں اس لیے آپ کو ان رفاقتوں، محبتوں اور چاہتوں کا کیا پتا...... میری مانیں تو آپ بھی شادی کرلیں پھر دیکھیں زندگی کا مزہ......'' علیزہ نے خلوص سے مشورہ دیا مگر فضا کو تلوؤں سے لگی تو سر پر بجھی۔

''خیر مجھے کوئی شوق نہیں ہے اپنی آزادی سلب کرانے کا...... یہ غلامی تمہیں ہی مبارک ہو۔ میں تو مردوں کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھتی ہوں۔'' پھر علیزہ کے لاکھ روکنے پر وہ غصے میں چلی گئیں۔

''ہو...... اس طرح کی عورتیں پتا نہیں خود کو کیا سمجھتی ہیں خدا جانے ان کے عزائم کیا ہیں جو پُرسکون زندگی میں ہلچل مچانے آجاتی ہیں۔ ازدواجی زندگی میں زہر گھولنا شاید ان کا مشن ہے، شکر ہے مجھے وقت سے پہلے عقل آگئی اور ابھی کچھ نہیں بگڑا لیکن رمشا کو سمجھانا پڑے گا وہ بے وقوف فضا باجی سے بڑی متاثر ہے خدا نہ کرے کہ اس کا کوئی نقصان ہوجائے۔''

☆☆☆

اس دن فضا کی گفتگو نے علیزہ کو کافی محتاط کردیا تھا اور وہ کچھ پریشان بھی تھی کیونکہ انشال کا رویہ روز بروز پُراسرار ہوتا جارہا تھا اکثر اس کی واپسی رات گئے ہوتی تھی، بچے بھی اس کی غیر موجودگی کو محسوس کرنے لگے تھے۔ گھر سے اس کا تعلق واجبی سارہ گیا تھا۔

نہ وہ چونچلے، نہ وہ چھیڑ خانی، نہ رات گئے تک علیزہ کے ساتھ مستی بھری سرگوشیاں کس سے اپنے دل کا حال کہتی رمشا نے بھی گھر اور بچوں پر توجہ دینی شروع کردی تھی۔ جس کی علیزہ کو بڑی خوشی تھی۔ اس کی بیرونی سرگرمیاں بھی محدود ہوگئی تھیں اور وہ بے حد سنجیدہ اور خاموش رہنے لگی تھی جو علیزہ کے لیے حیرت کا باعث تھا۔

آج تو حد ہوگئی تھی رات کا ایک بج رہا تھا اور

www.urdupalace.co

انشال کا کوئی پتا نہیں تھا۔ کئی واہموں اور خدشوں نے اسے گھیر لیا تھا۔ آج بھی معمولی بات پر وہ بھڑک اٹھی تھی اور انشال بھی بغیر کچھ کہے غصے میں باہر چلا گیا تھا۔

''اصل میں سارا قصور میرا ہی ہے۔'' جب علیزہ نے ٹھنڈے دل سے سوچا تو ساری غلطی اپنی نظر آئی۔

''سارا دن بیچارے کولھو کا بیل بنے رہتے ہیں۔ پڑھانا کوئی آسان کام تو نہیں۔ پھر کالج سے نکل کر کوچنگ سینٹر جانا، رات گئے تک دوسرے دن کے لیے لیکچر تیار کرنا...... آخر وہ یہ سب کس کے لیے کرتے ہیں میرے اور بچوں کے لیے اتوار کو بھی کسی پرائیویٹ کالج میں کلاس لینے چلے جاتے ہیں تاکہ ہماری ضروریاتِ زندگی سکون سے پوری ہوسکیں۔ اور میں نے کیا، کیا؟ فضا باجی کی باتوں کے سحر میں آکر اپنی جنت کو آگ کے شعلوں کی نذر کرنے کی کوشش کی۔ انشال اور بچوں کے بغیر بھی کوئی زندگی ہے پھر یہ تو میرا اپنا گھر ہے جس کی میں بغیر کسی کے دخل کے مالک ہوں۔ مہارانی ہوں اس گھر کے تخت و تاج کی سیاہ وسفید کی مالک پھر غلامی کیسی یہ تو حکمرانی ہے۔ مجھے تو دو گھڑی پھر بھی کمر ٹکانے کا موقع مل جاتا ہے لیکن انشال کو تو چھٹی کے دن بھی آرام نہیں پھر بھی ہمیشہ مسکراتے رہتے ہیں کبھی میں نے انہیں چڑچڑاتے، جھنجلاتے یا غصہ کرتے نہیں دیکھا۔ پتا نہیں کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔''

رات کے سناٹے میں اچانک باؤنڈری وال سے شور کی آوازیں آنے لگیں۔ علیزہ نے گھبرا کر فلیٹ کی بالکونی سے جھانکا ہر فلیٹ سے کوئی نہ کوئی لٹکا ہوا تھا اور نیچے شور ہی شور تھا۔ اس کا دل بھر آیا۔ انشال کا اب تک کوئی پتا نہیں تھا اس کا دل چاہا اوپر رمشا کے پاس جا کر دل کا بوجھ ہلکا کرے مگر بچے سو چکے تھے اتنی رات کو اوپر جانا ٹھیک تھا نہ بچوں کو تنہا چھوڑنا...... اچانک دروازہ ناک ہوا اس نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور انشال کو دیکھتے ہی بے تابی سے بولی۔

''آپ کہاں رہ گئے تھے، میں بے حد پریشان تھی۔''

''بیگم صاحبہ آپ کو پریشانی سے بچانے کے لیے ہی تو یہ خادم آج کل بے حد مصروف تھا۔ گراؤنڈ فلور کے ایک فلیٹ میں چند خواتین نے این جی او کی آڑ میں فحاشی کا اڈا بنایا ہوا تھا ایسی ہی خواتین تو مخلص خواتین کے کام کو داغدار کرتی ہیں۔ ان خواتین کا مقصد ہی ازدواجی زندگی گزارنے والوں کا سکون تباہ کرنا تھا کیونکہ خود اُن کی شادی ہوئی نہیں اس لیے وہ چاہتی ہیں خود نہ بس سکیں تو کسی اور کو بھی نہ بسنے دیں۔'' وہ پھر شرارت سے علیزہ کی ناک دباتے ہوئے شوخ ہوا۔

''تمہارے لیے ایک سرپرائز یا خوش خبری ہے۔ میں تو خیر تمہاری زلفوں کے پیچ وخم میں اس طرح الجھ گیا تھا کہ بقول شاعر......

''اب رہائی ملے گی تو مر جائیں گے...... والا حساب تھا اس سے مجھ پر تو ان خاتون کا جو میڈم فضا کہلاتی ہیں جادو چل نہ سکا لیکن ہمارے بے وقوف دوست جو اتفاق سے تمہارے بہنوئی بھی ہیں اس کا شکار ہوتے، ہوتے بچ گئے، وہ شادی کرنے والے تھے ان سے اور میں بغیر ٹھوس ثبوت کے انہیں سمجھا نہیں سکتا تھا اس لیے آج ان سرگرمیوں سے انہیں آگاہ کیا پولیس کا چھاپا پڑوایا اور یوں اسے اسیری سے بچایا۔ رمشا کو یہ سب بتانے کی ضرورت نہیں مگر اسے سمجھانا ضرور کہ میاں بیوی کے درمیان رشتہ محبت، اعتماد، وفا، اخلاص اور قربانی سے ہی قائم رہ سکتا ہے میاں، بیوی کے درمیان خلا نہیں آنا چاہیے ورنہ اس خلا کے پُر ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ محبت اور غلامی میں بڑا فرق ہے اس بے وقوف کو یہ ہی نہیں معلوم کہ آزادی کے نام پر وہ کیا کچھ لٹانے جا رہی تھی۔'' آخر میں انشال کا لہجہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔ علیزہ کا سر تشکر کے مارے جھک گیا شرمندگی کی وجہ سے الفاظ لبوں پر آنے سے پہلے ہی دم توڑ گئے بغاوت کی پرچھائیاں نظروں سے اوجھل ہوئیں تو ہر چیز واضح ہوگئی اس نے انشال کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے اپنی خوشیوں کی دعا کی ابھی تو اسے شکرانے کے نفل بھی پڑھنا تھے۔

www.urdupalace.co

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?

Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.

For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.co